ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلی واصفیٰ نبیؐ

چونکہ آنحضرت صلعم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکل ووفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلی واصفیٰ تھے اس لئے اللہ جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تر پاک تر ومعصوم تر وروشن تر وعاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین وآخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ (سرمہ چشم آریہ، ص ۲۰۔۲۱ حاشیہ)

اداریہ

اسلام آزادی رائے اور دوسرے حقوق انسانی کا محافظ

آزادی رائے انسان کے بنیادی حقوق میں سے ایک ہے۔ ہر انسان جس طرح مختلف شکل وصورت کا حامل ہے اسی طرح ہر انسان دوسرے سے جداگانہ سوچ وفکر کا مالک ہے۔ انسان ظاہری ڈھانچے کے لحاظ سے تو ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ سبھی اعضاء آنکھ، ناک، کان وغیرہ تو رکھتے ہیں لیکن ان میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ہر فرد کو دوسرے فرد سے ممتاز کرتی ہیں۔ انہی کی بدولت ہم ایک دوسرے کو پہچانتے اور ایک دوسرے میں فرق کر پاتے ہیں۔ عام طور پر جسمانی لحاظ سے کسی کی انفرادیت کو قبول کرنا اور اس کا جدا وجود ماننا مشکل نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات دوسروں کے جسمانی خدوخال اور رنگ روپ اس کو محل اعتراض بنا دیتے ہیں اور ابن آدم دوسروں کی ظلم وزیادتی کا نشانہ بنتا ہے۔ لیکن دوسرے کی فکر ونظر اور سوچ وعقائد کی انفرادیت کو قبول کرنا ہر دور میں انسانوں کے لئے مشکل امر رہا ہے۔ اور آج جب کہ انسان ارتقاء کی اعلیٰ منازل طے کر چکا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ دوسروں کو جداگانہ فکر وسوچ رکھنے کی آزادی دینے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب آئے انہوں نے اپنی تبلیغی مساعی کی بنیاد آزادی رائے کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنے عقائد ونظریات کی تبلیغ کی۔ لیکن انہی مذاہب کے پیروکاروں نے دوسروں کی حریت اور مذہبی آزادی پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی اور طاقت کے زور پر دوسروں کی زبان بندی کا وتیرہ اختیار کیا۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے حالات کا جائزہ لیں تو ایک محقق پر ان خونچکاں حالات کو پڑھ کر روح فرسا ذہنی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ اس معاشرہ میں اخوت ومحبت، ہمدردی وغم گساری اور انسانی حقوق کا تصور ناپید ہو چکا تھا۔ فاران کی چوٹی سے نمودار ہونے والے آفتاب عالمتاب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ضیاء پاش نور کی کرنوں سے ایک نئی صبح کا آغاز کر دیا۔ سسکتی، بلکتی، دم توڑتی انسانیت کے ہاتھ آب حیات (قرآن کریم) لگ گیا اور انسانیت کو انسانیت کا شعور ملا اور آدم زاد اپنے اور دوسروں کے حقوق وفرائض سے آگاہ ہوگئے۔ آج کی جدید اور مہذب دنیا حقوق کے جس تصور تک اب پہنچی ہے اسلام نے اس تصور سے کہیں واضح اور جامع تصور پندرہ سو سال پہلے دے دیا تھا۔ اسلام کے ماخذات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو اسلام نے نہ صرف آزادی رائے کا حق انسان کو دیا ہے بلکہ تمام انسانی حقوق کی پاسداری سکھائی ہے جس میں انسانی مساوات کا حق، انسانی عزت وآبرو کی حفاظت، جان ومال کی حفاظت، آزادی ضمیر اور عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کا حق، مذہبی آزادی کا حق اور اس کے ساتھ ساتھ بچوں، عورتوں اور کمزور افرادِ معاشرہ کے حقوق اور انسانوں کے معاشی اور تعلیمی حقوق جیسے متعدد حقوق کی حفاظت اور پاسداری شامل ہے۔ محمد عربیؐ نے اسلامی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی رنگ و نسل، قومیت ووطنیت اور اونچ نیچ کے سارے امتیازات اور برائیوں کو یکسر ختم کر دیا اور ایک عالمگیر مساوات کا آفاقی تصور دے دیا ہے اس کی تفصیلات سے کوئی آگاہی حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے دفتر بھرے پڑے ہیں لیکن بدقسمتی سے اس دین رحمت کے ماننے والوں نے اس کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا اور اس کے فرمودات پر عمل کرنا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے ان کے دل بھی سابقہ امم کی طرح سخت ہوگئے اور انہوں نے انسانی حقوق کی پاسداری سے منہ موڑ لیا۔ آج اگر اسلام کے ماننے والے حقوق انسانی کے غصب کے مرتکب ہو رہے ہیں تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اسلام کی تعلیمات آج بھی آزادی رائے، آزادی ضمیر اور دوسرے حقوق انسانی کی پاسبانی سے مرسع ہے۔ (م۔ح۔د)

ہمارا یقین ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا

خطبہ جمعتہ المبارک، فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام لاہور، مورخہ 13-10-2017

میں نے قرآن کریم کے دو مقامات، سورۃ المائدہ اور سورۃ الاحزاب، سے تلاوت کی ہے۔

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام بننے پر میں راضی ہوا۔"

(المائدہ آیت 30)

ترجمہ: "محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔" (الاحزاب آیت 40)

آج 13 اکتوبر ہے اور اس تاریخ کو مولانا محمد علیؒ کی وفات کے آج 66 سال پورے ہو گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ بہت اونچے مقامات عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ وہ مجاہد اسلام ہیں جنہوں نے اپنے اصولوں کی خاطر قادیان میں ایک کامیاب زندگی اور دیگر سہولیات چھوڑ کر اس بات کو ترجیح دی کہ وہ حق کو نہیں چھپا سکتے اور وہ تعلیم کو جو اس زمانے کے امام لائے ہیں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے، اس تعلیم میں ردوبدل گوارا نہیں کر سکتے اور یہ اُن کی دُور اندیش آنکھوں نے دیکھ لیا کہ ایک نئے نبی پر یقین کرنا، ایک عقیدے کو تبدیل کر دینا اور امام کی تعلیم کو بدل کر ایک نبی کا مقام دے دینا قبول نہیں کر سکتے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ ماننے سے انکار کرنا کہ اس انسان کو جس کو ایک مجدد، مامور من اللہ، محدث کے مقام سے اٹھا کر نبی بنانا اور پھر اس پر یہ فتویٰ بھی دینا کہ اُس کی نبوت پر یقین نہ کرنا انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ یہ عقیدہ حضرت مرزا صاحب کے عقیدہ کے نہ صرف برخلاف ہے بلکہ بعد میں جو احمدیوں کے ساتھ ہوا جو سراسر ایک سیاسی بنیاد پر فیصلہ ہوا اور آج تک برقرار ہے اس کفر بازی کی بنیاد بنا۔ آج تک ان فیصلوں کو لے کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے اپنی حد سے بڑھ جانے والے اسمبلیوں میں بیانات دے رہے ہیں۔ تقاریر میں اس کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اس بات کو دوبارہ زور سے قوم کے آگے پیش کیا جا رہا ہے کہ "احمدی کافر ہیں اور ختم نبوت کے منکر ہیں"

اس کی تفصیل میں میں جانا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ یہاں پر جتنے لوگ آج جمع ہیں تمام آج کل کی خبروں سے واقف ہیں لیکن میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے اس کا یقیناً ہمارے بچوں اور نوجوانوں پر بھی منفی اثر پڑتا ہے، ذہنی خیالات انسان کے قابو میں نہیں ہوتے اور ہو سکتا ہے کہ جو زور وشور سے یہ گالی گلوچ اور کفر کے فتوے دوہرائے جا رہے ہیں اس سے ہماری جماعت کے نوجوانوں اور بچوں کی حوصلہ شکنی بھی ہوتی ہو اور خطرات بھی محسوس ہوتے ہوں۔ مجھے جس چیز کی فکر ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں ہماری جماعت کے عقیدہ کے متعلق شکوک پیدا نہ ہوں۔ **جب سے یہ جماعت یعنی کہ "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" قائم ہوئی اور قادیان سے علیحدہ ہوئی وہ اس کی بناء پر علیحدہ ہوئی کہ "وہ ایک نئے نبی کا تصور نہیں مان سکتے تھے" وہ اس بات کو مان نہیں سکتے تھے کہ جو بھی انسان کلمہ کہے اس کو کسی حالت میں کوئی کافر کہہ سکتا ہے اور اس تکفیر المسلمین یعنی مسلمانوں کو کافر کہنے کو حضرت مولانا محمد علیؒ نے پہچانا اور**

وہاں سے علیحدہ ہوکر ایک نئی جماعت قائم کی۔

اس لئے جو کچھ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ ہم تک پہنچتا ہے وہ لوگوں کی غلط فہمی کی بناء پر ہے کہ وہ ایک ہی جگہ دونوں جماعتوں کا ذکر کر دیتے ہیں بلکہ ان میں سے جو زیادہ ظلم پر اترے ہوئے ہیں وہ تو خاص نام لے لے کر دونوں جماعتوں کو بدنام کرنے پر بضد ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ منصوبے کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا کیونکہ **یہ ایک مامور کی قائم کی ہوئی جماعت ہے اور اُس نے بڑے دعویٰ سے کہا ہے کہ اس کو کوئی بھی مٹا نہیں سکتا۔**

جو آیات تلاوت کی گئی ان میں ایک تو دین کے مکمل ہونے کا ذکر آیا کہ **''آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا''** دین قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء اور رسول بھیجے گئے۔ انہوں نے یہ دین قائم کیے۔ آج کل کے مفکرین اور بڑے بڑے دینی علماء بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں جن میں عیسائی اور یہودی بھی شامل ہیں کہ تمام انبیاء مسلمان تھے اور ان کا دین اسلام تھا۔ **جب دین کامل ہوگیا تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کے ساتھ رسالت، نبوت، وحی، کتابوں کا نزول تمام ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔**

دوسری آیت میں رسول کریم صلعم کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ جنہوں نے آپ صلعم کے بعد نبی مانا ہے انہوں نے اس چیز پر زور رکھا ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب نبیوں پر مہر لگانے والا ہے اور اس کے ذریعہ اور نبوت کے سلسلے چل پڑتے ہیں یہ لاہور احمدیہ انجمن کا عقیدہ بالکل نہیں ہے۔

ہم رسول اللہ صلعم کو جیسا کہ اس آیت کے ترجمہ میں جو مولانا محمد علیؒ نے کیا کہ **''آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں''** کے مطابق آخری نبی مانتے ہیں۔ **نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور کوئی نیا یا پرانا نبی اب نہیں آئے گا۔** تیسری اور آخری آیت جو قرآن سے میں آج کے خطبہ میں شامل کرنا چاہتا ہوں وہ سورۃ الصّف کی آیت 6 ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد صلعم ہے۔ سو جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جادو ہے۔''

اس میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں ومبشرا برسول یا تی من بعدی اسمه احمد فلما جائهم بالبینت قالو هذا سحر مبین یہ عربی کا قاعدہ ہے کہ جب رسول ہو تو ایک شخص کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اگر دو رسولوں کی طرف اشارہ ہے تو وہ رَسولانِ ہوتا ہے اور اگر تین سے یا اُس سے زیادہ ہوں تو رُسُل آئے گا۔ عربی قائدہ واضح ہے کہ جہاں جہاں قرآن میں اگلے نبیوں کے آنے کا ذکر ہے وہاں پر رُسل کا ذکر ہے **لیکن جب احمدؐ کے آنے کا ذکر آیا تو وہاں رسول کا لفظ آیا یعنی کہ ایک ہی اور رسول بچ گیا ہے اس کا نام احمد صلعم ہے یعنی حضرت محمد صلعم خاتم الانبیاء۔ اس کے بعد دوسرے کی گنجائش نہیں کیونکہ نہ وہاں رسولان آیا ہے اور نہ رُسل آیا ہے** تو پھر اگر کوئی ایسا عقیدہ گھڑتا ہے کہ رسول کریم صلعم کے بعد نعوذ باللہ کوئی نیا نبی آ گیا اور اسی رنگ کا نبی ہے جو پہلے آتے تھے تو پھر یا تو وہ عربی کی گرامر سے ناواقف ہے۔ یا اس کو دیکھنا پڑے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کس کو نبی مانا ہے اور اس میں کسی کو کوئی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ بیشتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ صرف ایک ہی کا انتخاب کرنا ہوگا۔ **رسول کریم صلعم نے خاتم النبیین کی خود ہی تشریح کر دی اور یہ ہماری مسجد ان مسجدوں میں سے ایک ہے جس میں ''**انا خاتم النبیین ، لانبی بعدی**'' لکھ کر لگایا ہوا ہے تا کہ کسی کو شک نہ ہو کہ اور نبی آئیں گے۔**

ایک اور حدیث کی طرف آپ کی توجہ میں دلانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ جو اس عقیدہ پر قائم ہیں کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب حقیقی نبی تھے اور ایک لمبی حدیث میں سے صرف لفظ ''نبی اللہ'' کا سہارا اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ یہ ناانصافی ہے۔ **جب قرآن کا فیصلہ ہوگیا کہ نبی اور نہیں**

آئیں گے۔ دین مکمل ہوگیا۔ رسول کریم صلعم خاتم النبیین بن گئے اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہہ دیا کہ صرف ایک اور نبی آئے گا تو پھر اس کے بعد اور کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ نبی آئے اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اتنی لمبی حدیث میں سے جو تین صفحوں پر چلتی ہے اس میں سے ایک لفظ ''نبی اللہ'' نکال کر پیش کر دینا اور اسے عقیدہ کی بنیاد بنالینا۔ یہ ساری کی ساری حدیث مثالوں پر منحصر ہے لیکن صرف ایک لفظ نکال دینا اور ایک شخص کو نبی قرار دے دینا ایسے شخص کے ساتھ بڑی زیادتی ہے جس نے اپنی کتب، اپنی تقاریر، اپنے اشتہارات میں 257 مرتبہ انکار کیا کہ میں نبی نہیں ہوں اور اس انکار میں آپ کی وفات سے 19 دن پہلے کی تقریر اور آپ کی وفات سے 19 گھنٹہ پہلے کی اخبار کو بیان دینا شامل ہے۔ اس ناانصافی اور اس ظلم کی طرف میں اُن کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو حضرت صاحب کو نبی مانتے ہیں اور میں سب پاکستان اور ساری دنیا کو اس ممبر سے واضح کرنا چاہتا ہو کہ یہاں ہماری جماعت لاہور اور پوری دنیا کی جماعت میں ایک ایسا شخص نہیں ملے گا جو رسول کریم صلعم کے بعد نعوذ باللہ کسی کو نیا نبی مانے گا اور کیسے مانے جب رسول کریم صلعم کی بخاری کی حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کی، بیان کرتا ہوں:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین وجمیل محل بنایا مگر اس کے کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومتے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی۔ آپ صلعم نے فرمایا: میں وہی (کونے کی آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔'' (بخاری)

اس سے بڑی اور کھلی دلیل کہاں سے پیش ہوسکتی ہے، اس حدیث کی طرف توجہ کیوں نہیں کی جاتی۔ رسول کریم صلعم کی ترمذی کی حدیث ہے جس میں رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ ''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا۔''

جب حضرت عمرؓ نہیں نبی بن سکتے، رسول کریم صلعم نے کہہ دیا کہ انا خاتم النبیین اور کہہ دیا کہ اگر نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا تو پھر کہاں سے یہ خیال آگیا کہ کوئی نبی رسول اللہ صلعم کے چودہ سو سال بعد آگیا۔ یہ ساری دنیا سن لے کہ لاہور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جس کا نام احمدیہ انجمن لاہور ہے وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔

ہماری جماعت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جسم کے ساتھ آسمان پر ہیں اور نہ ہی وہ اس جسم کے ساتھ آسمان سے اتریں گے اور جو بھی مثیل مسیح آئے گا وہ وہ جسم لے کر نہیں آئے گا جو مسیح ناصری کا جسم تھا اور اسی کو بار بار حضرت مرزا غلام احمد صاحب جو مسیح کی مثل بن کر آئے انہوں نے اپنے مسیح موعود ہونے کی دعویٰ کی بنیاد ٹھہرایا اور رسول کریم صلعم نے فرمایا: ''اماما منکم'' حضرت صاحب ''ازالہ اوہام'' کے صفحہ 534 میں فرماتے ہیں:

''کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اس مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیے کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اُسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائید دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کیے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔''

پھر آپ صفحہ 522 میں فرماتے ہیں:

''مسیح کیونکر آسکتا وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیواریں اُس کو آنے سے روکتی ہیں سو اس کا ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ اور امثل ہے۔''

حضرت صاحب مثیل مسیح ہیں نبی نہیں ہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نہ کسی پرانے اور نہ کسی نئے نبی کے آنے پر یقین رکھتی ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں بتا چکا ہوں کہ وہ اپنی وفات کے 19 گھنٹہ پہلے بھی کہہ رہے ہیں کہ میں نبی نہیں اور سب سے حساس بات یہ ہوتی ہے کہ کوئی بندہ موت سے پہلے کچھ کہے اور وہ غلط کہہ رہا ہو۔ ان کو الہاماً پتہ تھا کہ آپ کے پاس وقت کم ہے۔ وہ کیسا شخص ہوگا جو پہلے کہتا آیا ہو میں نبی ہوں اور اب کہہ رہا ہو میں نبی نہیں ہوں۔ کیا ایسے شخص کو کوئی نبی مان سکتا ہے یا زمانے کا امام مان سکتا ہے؟ اگر کوئی خانہ خدا میں جا کر حلفاً نبوت کے دعویٰ سے انکار کرے تو وہ خدا کے ڈر سے سچ ہی کہے گا۔ انہوں نے مسجد میں فرمایا:

''تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔۔۔ مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا مسجد میں کرتا ہوں کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلعم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں'' (مجموعہ اشتہارات جلد چہارم صفحہ 333)

''میں عامتہ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے۔''

کیا یہ کہا نہیں گیا کہ کلمہ گو کو کافر نہ کہو، کیا یہ قرآن نہیں کہتا کہ جو تمہیں سلام کہے اس کو کافر نہ کہو۔ اب دیکھیں کہ وہ کیسے وہاں پر قسم اٹھا رہے ہیں''۔

آنحضرت صلعم کی نسبت میرا ایمان ہے کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ میں اپنے بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلعم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ و رسول کے فرمودات کے خلاف نہیں اور کوئی اگر ایسا خیال کرتا ہے تو وہ اس کی غلط فہمی ہے اور جو شخص اب بھی مجھے کافر سمجھتا ہو اور تکفیر سے باز نہیں آتا ہے وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا۔''

(کرامات الصادقین صفحہ 25)

''جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص 223)

''ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے''

(انجام آتھم حاشیہ ص 27)

ذرا سوچئے جو شخص خود اس کو دائرہ اسلام سے خارج کہتا ہے جو رسول کریم صلعم کے بعد نبی مانتا ہے۔ وہ کیسے خود نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جو شخص ختم نبوت کے منکر کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے وہ خود کیسے نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ جو مدعی نبوت پر ایسے لعنت بھیجتا ہے اور اُسے بد بخت اور مفتری قرار دیتا ہے وہ کیسے خود نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

حضرت مرزا صاحب کی عبارت میں رسول کریم صلعم کی محبت کتنی نمایاں ہے، بدقسمتی سے اُن کی نفرت کی وجہ سے لوگوں نے پڑھا ہی نہیں

''اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلعم کے حق میں چھاپی گئی اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور دل رو رو کر یہی گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے ہیں اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے ہیں تو اللہ ثم واللہ

رنج نہ ہوتا اور اس قدر بھی دل نہ دکھتا جو اُن گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم صلعم کی گئی دُکھا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 52-51)

یہ حضرت مرزا صاحب کی ہی غیرت ہے کہ اس زمانہ میں سارے رسول صلعم کی بے عزتی سنتے تھے مگر کوئی سپاہی اسلام کی خاطر نہیں اٹھتا تھا۔ تو اللہ نے جس سپاہی کو کھڑا کیا جو رسول کریم صلعم کے عشق میں مبتلا تھا اس کو بے دردی سے کافر کہہ دیا اور آج تک وہی تعلیم چل رہی ہے۔ کیا کوئی کافر یہ لکھ سکتا ہے کہ:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
وہ آج شاہ دین ہے وہ تاج مرسلین ہے
وہ طیب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے

حضرت مولانا نورالدینؒ کا عقیدہ ختم نبوت

حضرت مولانا نورالدینؒ پہلے خلیفہ بنے ان کی کتاب مرقات الیقین مشہور کتاب ہے۔ وہ اپنا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں:

"میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ تمام نبوتیں آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئیں بلکہ میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں اور بصیرت شرح صدر کے ساتھ کہ آنحضرت صلعم نہ صرف تمام نبوتوں کے جامع اور خاتم تھے بلکہ آپ خاتم النبیین، خاتم الرسل اور خاتم کمالات انسانی تھے۔ یہ میرا یقین ہے کہ تمام انبیاء اور تمام اولیاء اور تمام انسانی کمالات کے آپ جامع اور خاتم ہیں۔" (مرقات الیقین صفحہ 64)

حضرت مولانا احسن امروہی صاحب کا عقیدہ ختم نبوت

مرزا بشیر الدین محمود صاحب مولانا نورالدین کی وفات کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ ان کا نام مولانا محمد احسن امروہیؒ نے پیش کیا اور وہ ایک خط میں جو آپ نے میاں بشیر الدین محمود کے تبدیلی عقائد کا علم ہونے کے بعد 24 دسمبر 1916ء میں لکھا اور اُس میں آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

"آپ سب صاحبان کو علم ہے کہ 1914ء کے اوائل میں حضرت خلیفتہ المسیح مولوی نورالدینؒ کی وفات پر ہماری جماعت میں ایک اختلاف نمودار ہوا۔ اس وقت میں نے محض اتحاد جماعت قائم رکھنے کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کر لیں تا کہ وحدت قومی قائم رہے۔ **مجھے اس وقت تک علم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد واقع ہو چکا ہے اس لئے میں خود اس بات کا مجوز تھا کہ صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ مقرر کیا جائے** ---۔ اس پر مجھے قادیان سے ایک خط اکمل صاحب کا آیا جس میں اسی امر کی طرف توجہ دلا کر آخر پر یہ لکھا گیا تھا کہ تم اپنے عقائد کو تبدیل کرو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی کہ جب اس طرح پر مجھ جیسے لوگوں کو تبدیلی عقائد کے لئے لکھا جاتا ہے تو بیچارے عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ ----۔ **اس پر ایک رسالہ لکھا جس میں میں نے دلائل سے ثابت کیا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہیں۔** مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی بلکہ بجائے اس کے مجھے وہی خطاب دیئے گئے جو ہمیشہ ایسے وقت میں حق کے لئے آواز اٹھانے والوں کو دیئے جاتے ہیں۔ کبھی یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے روپیہ لے

لیا ہے۔۔۔۔پس محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس کے حضور جوابدہی کے وقت کا خوف کرتے ہوئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ صاحبزادہ بشیرالدین محمود صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک ہرگز اب اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا اپنی طرف سے عزل کر کے عند اللہ وعندالناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہے جو میرے سر پر تھی۔''

مولانا امروہی صاحب کوئی عام انسان نہیں تھے یہ وہ انسان تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ دو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ یہ ہیں جنہوں نے مسیح موعود کو مینار سے اتار کر لانا تھا۔

یہ سارے حالات ہیں جو آپ سب کے سامنے ہیں لیکن ان لوگوں کے لئے جو ابھی نوجوان ہیں جن کو حقیقت کی آگاہی نہیں یہ واضح کرتا ہوں کہ کوئی انسان جو احمدی لاہوری کہلاتا ہے اور احمدیہ جماعت کا ممبر ہے وہ تصور بھی نہیں کر سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے نہ قرآن کی رو سے اور نہ حدیث کی رو سے اور نہ ہی حضرت صاحب کی تحریرات کی رو سے ۔ پہلے خلیفہ حضرت مولانا نورالدینؓ کے مطابق بھی نہیں اور مولانا امروہی صاحب جنہوں نے یہ سمجھا کہ میاں محمود صاحب کو اتحاد کی خاطر خلیفہ بنا دیا جائے۔

آپ لوگ تعداد میں کم ہیں لیکن اس احمدیت کے ترجمان ہیں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے عقائد حقہ پر مبنی ہے۔اس کو قائم رکھنا ہے، مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے اور کسی لاہوری احمدی کی زبان سے میں نہ سنوں یا آپ سنیں کہ وہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے۔اگر سنیں تو پھر وہ لاہوری احمدی نہیں ہے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کا عقیدہ ختم نبوت

مولانا نورالدین صاحب کی وفات کے بعد مولانا محمد علی صاحب اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے تو وہیں بیٹھے رہتے، تنخواہوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ، عیش و آرام سے بھی فائدہ اٹھاتے لیکن انہوں نے ایک قرآن کی تفسیر کا مسودہ لے کر لاہور آنا بہتر سمجھا۔

اس کے بعد کوئی ایسا امیر جماعت نہیں آیا جو یہ کہتا ہو کہ میں حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتا ہوں۔ایسا کوئی اب ہو یا آئندہ ہو تو آپ اس انسان کو اپنا امیر نہ مانیں ۔ یہ میں اس خانہ خدا میں آج قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ میرے علم میں کوئی لاہوری احمدی نہیں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہو۔ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی آخری نبی مانتے ہیں۔اس میں میں بھی شامل ہوں جو لوگ یہاں ہیں وہ بھی شامل ہیں اور احمدی لوگ اس پیغام کو سنیں گے اور پڑھیں گے وہ بھی شامل ہیں ۔جس کے دل میں ذرا بھی یہ بات آئے کہ یہ درست نہیں وہ بیشک اعلان کر دے کہ میں لاہور احمدیہ جماعت میں اب نہیں ۔ ہمیں ایسے شخص کی کوئی ضرورت نہیں۔

دعا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آج کل کے حالات میں اس ملک کو جو خطرات درپیش ہیں۔اُن میں تمام پاکستانیوں کی حفاظت فرمائے اور ہمارے اس وطن عزیز کو امن و امان میں رکھے۔اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام مسلمانوں کو امن اور حفاظت عطا فرمائے ۔ اللہ تمام احمدیوں کو اپنے ملک کے ہمیشہ وفادار رکھے۔اللہ ہمارے بچوں کو امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے۔ضرورت مندوں کو ان کی ضرورتیں عطا فرمائے۔ اللہ تمام بیماروں کو صحت عطا فرمائے اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلعم کے احکامات پر عمل کرنے والے بنائے۔آمین

ختم نبوت پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا موقف!

ما كان محمدا ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين(الاحزاب40)

یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔'' یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔(ازالہ اوہام صفحہ 614)

''کیونکر وہ خدا کے اس قول کے مخالف ہے کہ ''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں'' کیا تُو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنے والے رب نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لا نبی بعدی'' سے طالبوں کے لئے بیانِ واضح سے اس کی تفسیر کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اگر ہم آپؐ کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبداہت باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسول صلعم کے بعد کوئی نبی کیسے آسکتا ہے جبکہ آپؐ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور اللہ نے آپؐ کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا''۔

(حمامتہ البشریٰ صفحہ 20)

محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔(ملفوظات احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 351)

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکیں ان کی الگ طور پر پیروری کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔اسی کے اندر ہیں۔نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔(الوصیت صفحہ 7)

''مسیح کیونکر آسکتا وہ رسول تھا اور خاتم النبیینؐ کی دیوار اُس کو آنے سے روکتی ہے سو اس کا ہمرنگ آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ ہے اور امثل ہے''۔(ازالہ اوہام، صفحہ 522)

''کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیینؐ کے بعد کوئی اور نبی اُسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے آسکتا ہے۔کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہیے کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اُسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائدِ دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مُہر لگ گئی ہے کیا یہ مُہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟''(ازالہ اوہام صفحہ 534)

''اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیینؐ کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فسادِ عظیم کا موجب ہے اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہوجائے گا یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک اُمتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں''۔(ازالہ اوہام صفحہ 544)

''قرآن کریم بعد خاتم النبیینؐ کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پُرانا ہو کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحیِ رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے گا مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو''۔ (ازالہ اوہام صفحہ 761)

''نہ مجھے دعویٰ نبوت وخروج از امت، نہ میں منکرِ معجزات اور ملائک اور نہ لیلتہ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا اور قرآن کریم کا ایک شُعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جلشانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شانِ نبوت کے رنگین کئے جاتے ہیں''۔

(نشانِ آسمانی صفحہ 28)

''اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ اور ان کے نزول وصعود پر ایمان نہیں رکھتا اور سورج اور چاند اور ستاروں کو ملائکہ کے اجسام خیال کرتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور ختم المرسلین ہیں حالانکہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ سب افتراء اور تحریف ہے۔ میرا خدا پاک ہے۔ میں نے کبھی ایسی بات نہیں کی، یہ محض جھوٹ ہے''۔

(حمامتہ البشریٰ صفحہ 9)

''اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محدثیت شانِ نبوت کی طرح مجرد موہبت الٰہی ہے، جسے کوشش سے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ محدثین سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح وہ نبیوں سے کلام کرتا ہے اور محدثوں کو اسی طرح بھیجتا ہے جس طرح وہ رسولوں کو بھیجتا ہے اور محدث اسی چشمہ سے پیتا ہے جس سے نبی پیتا ہے۔ پس اس میں شک نہیں کہ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ کردیا جاتا تو وہ (محدث) نبی ہوتا۔ آنحضرت صلعم حضرت عمرؓ کو محدث کہہ کر یہ کہتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا یہی راز ہے اور یہ صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ محدث اپنی ذات میں کمالات نبوت جمع رکھتا ہے اور سوائے ظاہر و باطن اور قوت و فعل کے اور کوئی فرق نہیں۔ پس نبوت خارج میں موجود اپنی حد کو پہنچا ہوا ایک پھل دار درخت ہے اور محدثیت ایک بیج کی مانند ہے جس میں وہ سب کچھ بالقوۃ موجود ہے جو درخت میں بالفعل اور خارج میں پایا جاتا ہے اور یہ ان لوگوں کے لئے ایک واضح مثال ہے جو دین کے معارف حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کہ ''میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہوں گے'' اور علماء سے مراد محدث ہی ہیں جنہیں اپنے رب کی طرف سے علم دیا جاتا ہے اور وہ مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوتے ہیں''۔ (حمامتہ البشریٰ صفحہ 82)

''میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ و رسول کا متبع ہوں اور اِن نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کے رُو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے جو اللہ اور رسولؐ کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں''۔

(جنگ مقدس صفحہ 67)

''جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرآت ''ولا محدث'' کی یاد نہیں رہی۔ پھر یہ کیسی بے ہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اے نادانوں! بھلا بتاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مُرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے

وہ مُرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس کی نسبت نبی اور رسول اور مُرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اُس نے ایسے لفظ استعمال کئے۔

ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یاد کرے۔ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں ''رَسُول رَسُولِ اللہ'' آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی نہ استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے ''سو انہوں نے کہا ہم تمہاری طرف رسول ہیں'' بھی یاد نہیں رہا انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنیاد ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔ بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ **حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں**۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رُو سے آ سکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازے کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے۔ بلکہ اُن کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آ گیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیسا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور۔''

(سراج منیر صفحہ 2,5)

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے؟ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ''لیکن (آپؐ) اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں'' کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں؟ صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ اُن کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے۔ وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رُوس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے کہ **ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا**۔ (انجام آتھم صفحہ 27)

''افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور گویا ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افتراء ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائدِ اہلسنت کے قائل ہیں''۔ (کتاب البریہ صفحہ 182)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی

نبی نہیں آئے گا اور حدیث ''لا نبی بعدی'' ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ''لیکن (آپؐ) اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں'' سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ غرض قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النبیین رکھ کر اور حدیث میں خود آنخضرتؐ نے ''لا نبی بعدی'' فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آ سکتا۔''

(کتاب البریہ صفحہ 185-184)

تو یہ سوال باقی رہا کہ ان حدیثوں کے کیا معنی ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم آخری زمانہ میں نازل ہوگا۔ اس کا جواب ہم ابھی دے چکے ہیں کہ ہی حدیثیں ظاہری معنوں پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتیں۔۔۔۔۔

یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے۔ کیا یہ سب امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث کے معنے کرنے کے وقت ضرور ہے کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جائے۔'' (ایام الصلح ص 47-46)

''جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنخضرت ﷺ کی دل آزاری کا موجب ہوگا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 14)

''چونکہ ہمارے سید و رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنخضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔'' (شہادت القرآن صفحہ 24)

☆☆☆☆

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگزریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
گر ہمیں کفر است نزد کیں ورے
خوش نصیبے آں کہ چوں من کافرے

ترجمہ:

ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں۔ محمد مصطفیٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں
ہم ماں کے پیٹ سے اسی دین میں پیدا ہوئے۔ اور اسی دین پر دنیا سے گزریں گے
وہ سچی کتاب جس کا نام قرآن ہے۔ ہماری شراب معرفت اسی جام کی ہے
وہ رسول جس کا نام محمدؐ ہے۔ اس کا پاک دامن ہر وقت ہمارے ہاتھ میں ہے
وہی خیر الرسلؐ اور خیر الانامؐ ہے۔ اور ہر قسم کی نبوت اس پر ختم ہوگئی
اگر دشمن کے نزدیک یہی کفر ہے۔ تو وہ بڑا خوش نصیب ہے جو میری طرح کا کافر ہے
(درثمین فارسی)

☆☆☆☆☆

حضرت مولانا محمد علیؒ کے انگریزی ترجمۃ القرآن وتفسیر کا صد سالہ سفر 1917-2017ء

اس کا بعد میں ہونے والے تراجم پر اثر اور مغرب میں قرآنی تعلیمات کی ترویج میں اس کا کردار

تقریر متن جو جولائی 2017ء میں تربیتی کلاس کے ایک اجلاس میں پڑھا گیا

ڈاکٹر زاہد عزیز، انگلینڈ

ترجمہ: ''اور جب اللہ نے ان سے اقرار لیا جنہیں کتاب دی گئی ہے کہ ضرور تم اس کو لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے رہو اور اسے نہیں چھپاؤ۔ پھر انہوں نے اس کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی، سو کیا ہی بُرا ہے وہ جو وہ لیتے ہیں۔'' (آل عمران 3:187)

''اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز کی طرح قرار دیا۔'' (الفرقان 25:30)

اگر آپ نے اس موجودہ زمانہ میں قرآن کریم کا اُردو یا انگریزی میں ترجمہ پڑھنا ہو تو دکانوں میں اور انٹرنیٹ وغیرہ پر آپ کو متعدد ترجمے آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر آج سے سو سال پہلے یہ اتنا آسان کام نہ تھا۔ بلکہ مسلمانوں کی اکثریت کو جو برصغیر ہندوپاک میں رہتے تھے ان کی یہ خواہش ہی نہیں تھی۔ وہ قرآن کریم کا کتابی صورت میں ادب و احترام کرنا یا اس کی عربی میں تلاوت کرنے یا سننے کو کافی سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ قرآن کریم ان کے لئے ایک کھلی نہیں بلکہ بند کتاب تھی۔ وہ قرآن کی تعلیمات اور اس میں سکھائے ہوئے اخلاق سے ناآشنا تھے۔ قرآن کی تعلیمات کے متعلق بہت سی غلط باتیں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن ہمارے علماء تک میں بہت کم لوگ تھے جو خود قرآن میں سے تصدیق کر سکتے کہ کیا چیز غلط ہے اور کیا چیز درست ہے۔ نہ ہی وہ مخالفین اسلام کے قرآن مجید پر اعتراضات کے جواب دے سکتے تھے۔ اور آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ اسلام کے مغربی معترضین کو قرآن کے متعلق علم ہمارے علماء سے زیادہ تھا! قرآن کریم کے تین انگریزی ترجمے غیر مسلموں کے کئے ہوئے موجود تھے جو کہ 1734، 1861 اور 1880 میں شائع ہوئے تھے اور جن کا مقصد یہ تھا کہ عیسائی مشنریوں کے ہاتھ میں اسلام پر اعتراضات فراہم کر دیئے جائیں جو کہ ان مصنفین نے اپنے نوٹس (حواشی) اور انٹروکشن (مقدمہ کتاب) میں شامل کئے ہوئے تھے۔ دوسری طرف ہمارے علماء نے یہ فتوی دیا ہوا تھا کہ قرآن کریم کا عربی سے کسی دیگر زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرنا اسلام کے مطابق ممنوع اور حرام ہے۔

جو آیات میں نے شروع میں درج کی ہیں وہ مسلمانوں اور ان کے مذہبی علماء پر چسپاں ہوتی ہیں۔

''اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو مہجور (یعنی چھوڑی ہوئی چیز) بنا رکھا ہے۔'' اور 3:187 کے مطابق ''اللہ تعالیٰ نے جنہیں کتاب دی ان سے اقرار لیا کہ اس کو لوگوں میں بیان کرتے رہو گے اور نہ چھپاؤ گے مگر انہوں نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت لے لی۔'' تھوڑی سی قیمت سے مراد کوئی دنیاوی فائدہ مثلاً پیسہ لے کر کسی کی مرضی کا فتویٰ دے دینا یا لیڈری اور اقتدار کی خاطر قرآن کی تعلیم کو عمداً اپنے اغراض کی خاطر مسخ کر کے پیش کرنا۔

یہ پس منظر تھا جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیت نے تجدید دین کا مشن قائم کیا۔ آپ اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں فرماتے ہیں:

''اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔'' (ص 13)

''سوتم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو، ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ''تمام قسم کی بھلائیاں قرآن ہی میں ہیں'' یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سر چشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں، جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔۔۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔'' (ص 24)

مسلمانوں نے گھروں میں تو قرآن کریم کو سب سے اوپر والی جگہ رکھا ہوا تھا لیکن اپنے عقائد، اعمال، اخلاق اور اقدار کے لحاظ سے اس کو سب سے نیچے کیا ہوا تھا۔ ہر دوسری چیز اس پر حاوی، قصے کہانیاں اس پر حاوی، ہر قسم کا رسم و رواج اس پر حاوی۔ قرآن کا کام صرف یہ تھا کہ مثلاً تقریب رخصتی کے وقت اس کو دولہا دلہن کے سروں سے بلند اٹھایا جائے، لیکن شادیوں کے رسم و رواج پر قرآن کی تعلیم کا کوئی اثر نہ تھا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ ''یہ احمدیت کا پیدا کیا ہوا انقلاب ہے کہ مسلمانوں میں بھی قرآن سمجھنے کا رواج شروع ہوا، ورنہ:

پہلے تو قرآن سے غفلت حد کو پہنچ چکی تھی، حتیٰ کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی دینی درسگاہوں میں قرآن کریم کا درس نہ ہوتا تھا۔ فقہ، حدیث، فلسفہ، منطق، ادب وغیرہ سب کچھ وہاں پڑھایا جاتا تھا۔ لیکن اگر پڑھایا نہ جاتا تھا تو قرآن کریم نہ پڑھایا جاتا تھا۔ کاش! لوگ دیکھیں اور غور کریں کہ وہ شخص جس نے اپنوں اور غیروں کے دلوں میں قرآن کریم کے ساتھ اس قدر عشق پیدا کر دیا۔ کیا ایسا شخص دجال اور کاذب ہو سکتا ہے؟ خدا سے ڈرو۔ ایک کاذب کے اثر اور کوشش سے ہرگز یہ بات پیدا نہیں ہو سکتی ہے!'' (پیغام صلح 4 نومبر 1940ء)

دوسری ایک تحریر حضرت مرزا صاحب کی ان کی ابتدائی کتاب ''ازالہ اوہام'' سے درج ہے:

''جاننا چاہیے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر یک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یوروپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم و ساکت ولا جواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر یک زمانہ کے خیالات کو مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ کیا قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہے جس کی اعجازی کیفیت ہر یک خواندہ ناخواندہ کو معلوم ہو جائے۔ کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف و دقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علم قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔

اے بندگان خدا! یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر یک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا

آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔اور جس طرح صحیفہ فطرت کے عجائب وغرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے تا خدائے تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔''

(ص ص 305 تا 309)

اب دیکھیں کہ قرآن کریم کو مسلمانوں نے تو ایک بند کتاب بنایا ہوا تھا۔ جس کا تمام علم ایک مالٹے کی طرح نچوڑ کر تو پرانی تفاسیر میں نکال لیا گیا تھا اور اب وہی نکلا ہوا جوس پیا جا سکتا تھا۔مگر حضرت مرزا صاحب نے اسی کتاب کو کھول دیا اور بتایا کہ اس کے اندر غیر محدود علم موجود ہے جو ہر زمانہ میں اس کی ضروریات کے مطابق نکالا جا سکتا ہے۔اور مزید حیرت کی یہ بات ہے کہ آپ نے یہ اصول بھی قرآن کریم سے نکالا یعنی یہ آیت ''یعنی کوئی چیز نہیں مگر اس کے خزانے ہمارے ہی پاس ہیں اور ہم اسے ایک اندازے سے اتارتے رہتے ہیں۔''(21:15)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کے خواص نکلتے آئے ہیں اور کبھی ختم نہیں ہوئے اسی طرح ہی اس کے کلام میں جو صداقتیں ہیں وہ بھی کبھی نہیں ختم ہوں گی۔

اس کتاب ''ازالہ اوہام'' میں آپ نے لکھا کہ مغربی دنیا نے اسلام پر اعتراضات کا ایک ذخیرہ جمع کیا ہوا ہے اور ان کی تردید کا طریقہ یہی ہے کہ:

''اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر اُن کے پاس بھیجی جائے۔میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا، جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔''(ص 773)

''اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام میں اس قدر صداقت کی روشنی چمک رہی ہے اور اس قدر اس کی سچائی پر نورانی دلائل موجود ہیں کہ اگر وہ اہل تحقیق کے زیر توجہ لائی جاویں تو یقیناً وہ ہر یک سلیم العقل کے دل میں گھر کر جاویں۔ لیکن افسوس کہ ابھی وہ دلائل اندرونی طور پر بھی اپنی قوم میں شائع نہیں چہ جائیکہ مخالفوں کے مختلف فرقوں میں شائع ہوں۔''(ص 774)

اب اس تحریر میں جو آپ کا دعویٰ ہے کہ ''یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا، جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے'' یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جس کی صداقت پر گذشتہ سو سالوں کی شہادت نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور جس سے آپ کا منجانب اللہ ہونا اور نیز جماعت احمدیہ لاہور کی صداقت ثابت ہوئی۔

آپ کی اپنی قوم یعنی مسلمانوں نے تو کوئی توجہ نہ دی۔بہر حال جماعت احمدیہ ترقی کرتی گئی اور 6 سال بعد 1897ء میں مولانا محمد علی صاحب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور 1900ء میں اپنی زندگی وقف کر کے جماعت کے لئے انگریزی تحریری جہاد میں مصروف ہو گئے۔جماعت کی دینی اور علمی تربیت کے اداروں کی تعمیر اور تبلیغی کام کی تنظیم میں مصروف عمل ہو گئے۔

1902ء میں آپ ماہانہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ یہ رسالہ مغربی ممالک میں جانے لگا اور ہندوستان کے انگریزی خواں مسلمانوں میں بھی یہ احساس پیدا ہونا شروع ہوا کہ کسی مسلمان کی طرف سے قرآن کریم کا انگریزی اور ترجمہ میں تفسیر ہونی چاہیے۔حضرت مرزا صاحب بانی سلسلہ احمدیہ تو 1908ء میں فوت ہو گئے۔اس کے ایک سال بعد مولانا محمد علی صاحب نے قادیان میں یہ تجویز پیش کی کہ آپ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ شروع کریں۔ اس کام میں آپ خاص طور پر تفسیری نوٹ لکھنے کے لئے حضرت مولانا نور الدین صاحب سے ہدایات لیتے تھے۔آپ نے اس بات کا ذکر اس انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں بھی کیا ہے اور بعد کے اُردو ترجمہ ''بیان القرآن'' کے دیباچہ میں بھی کہ آپ نے قرآن کا فہم و علم و معرفت اور خدمت کا شوق حضرت مرزا صاحب سے پایا اور حضرت مولانا نور الدینؓ سے اس کے دقیق علوم کا علم حاصل کیا۔

''بیان القرآن'' کی تکمیل پر آپ نے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:

’’مجھے یقین ہے کہ آج میری طرح اور بہت سے میرے احباب کی روح کو لذت حاصل ہوئی ہوگی بلکہ حضرت مولوی (نور الدین) صاحب مرحوم کی روح، اور پھر اس مقدس انسان کی روح، جس نے یہ لکھا کہ ’’انگریزی زبان میں ترجمہ وتفسیر کا شائع کرنے کا کام مجھ سے ہو سکے گا یا اس سے جو میری شاخ ہے‘‘ اور یوں مجھے کھلے الفاظ میں اپنے ساتھ نسبت فرزندی دی۔ آج یقیناً اُن کی روحوں کو بھی اس کام سے خوشی پہنچی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بڑی بڑی برکات نازل کرے جنہوں نے مجھے اس راہ پر ڈالا اور مجھے اس کام کے قابل بنایا۔‘‘

(پیغام صلح 7 اپریل 1923ء)

عرصہ دراز بعد اپنے ایک جمعہ کے خطبہ میں حضرت مولانا نور الدین صاحب کے متعلق فرمایا:

’’یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ان دنوں میں ان سے قرآن مجید سیکھنے کا موقع ملا، جب وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے۔ میں انہیں انگریزی ترجمہ و قرآن مجید کے نوٹ سنایا کرتا تھا۔ وہ بہت بیمار تھے اور اس بیماری کی حالت میں بھی انتظار کرتے رہتے تھے کہ کب آئے گا محمد علی؟ جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہی نور الدین، جو بہت بیمار تھا، وہ ایک نوجوان کی طرح ہو جاتا۔ ان کے عشق قرآن کا ہی نتیجہ وہ کام ہے جو میں نے خدمت قرآن کے رنگ میں کیا۔‘‘ (پیغام صلح 28 اپریل 1943ء)

ابھی انگریزی ترجمہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ مارچ 1914ء میں مولانا نور الدین صاحب کی وفات ہوگئی اور جماعت احمدیہ میں اختلاف پیدا ہونے پر مولانا محمد علی صاحب بے سروسامانی کی حالت میں لاہور آ گئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ اس ترجمہ کی طباعت اور اشاعت اس انجمن کے ذمہ میں آئی جس کے پاس اس وقت نہ کوئی پیسہ، نہ کوئی بلڈنگ، نہ کوئی کارکن اور نہ کوئی جائیداد تھی۔ اس ترجمہ وتفسیر کا حجم اتنا بڑا تھا کہ اتنے زیادہ صفحوں کو ایک جلد میں چھپوانے کی مشین ہندوستان میں موجود ہی نہیں تھیں اور اسے انگلستان میں چھپوانا پڑا جہاں خواجہ کمال الدین صاحب نے 1913ء میں شہر ووکنگ میں اسلامی مشن قائم کیا تھا۔

یہ ترجمہ ستمبر 1917ء میں چھپ کر 5000 کی تعداد میں نکلا۔ اس پر 1500 پاؤنڈ کی لاگت آئی جو موجودہ زمانہ کے حساب سے ایک لاکھ پاؤنڈ بنتی ہے۔ اس طرح یہ مغربی دنیا میں کسی مسلمان کا سب سے پہلا انگریزی ترجمہ تھا اور اس کی کاپیاں لاہور دو ماہ بعد نومبر 1917ء میں پہنچیں۔ اس سے پیشتر ہندوستان میں مسلمانوں کے کیے ہوئے تین تراجم شائع ہو چکے تھے لیکن وہ نہایت محدود پیمانے پر شائع ہوئے اور عام تقسیم میں کبھی بھی نہ آئے۔ نہ ہی وہ ترجمہ کرنے والے عالم دین تھے۔ اس لئے عملی طور پر مولانا محمد علی صاحب کا ترجمہ مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا ترجمہ ہی تھا۔

12 سال بعد ایک انگریز مسلمان محمد مرماڈیوک پکتھال کا ترجمہ نکلا۔ یہ کافی مشہور ہے۔ اس میں تفسیر نہیں ہے۔ یہ صاحب ترجمہ کرنے سے پہلے ایک معروف ناول نگار تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ عرصہ تک ووکنگ مشن سے وابستہ رہے اور ایک سال امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ وہ ترجمہ کا مسودہ مکمل کر کے مصر گئے کہ اشاعت سے پہلے کسی عرب کے ساتھ مل کر اس کی چیکنگ کر لی جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے الازہر کے کئی علماء سے رابطہ کیا۔ جو مشکلات انہیں پیش آئیں ان کی داستان انہوں نے خود لکھی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ’’وہاں مجھے پتہ چلا کہ کئی علماء قرآن کا ترجمہ کر کے اسے شائع کرنے کو حرام سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے کوئی چیک کرنے کو تیار نہیں ہوگا۔ بہر حال وہاں کے اخبارات میں بحث ومباحثہ کے بعد یہ مان لیا گیا کہ قرآن کا ترجمہ کرنا اسلام کے مطابق جائز ہے لیکن پھر بھی یہ کہا گیا کہ آپ اس کو مصر میں شائع نہیں کر سکتے۔‘‘ پکھتال صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ ’’اس سے چند سال قبل جب مولانا محمد علی کا انگریزی ترجمۃ القرآن مصر پہنچا تو اس کو مسجد الازہر کے صحن میں لوگوں کے سامنے جلا دیا گیا۔‘‘ اس لئے نہیں کہ وہ ایک احمدی کا ترجمہ تھا اس لئے کہ وہ ایک مسلمان کا ترجمہ تھا اور مسلمان کے لئے حرام سمجھا گیا کہ وہ قرآن کا ترجمہ شائع کرے۔

پکھتال کا ترجمہ جب شائع ہوا تھا تو امریکہ کے ایک عیسائی رسالہ مسلم

ورلڈ نے اپنی جولائی1931ء کی اشاعت میں اس کا نہایت تفصیلی تبصرہ شائع کیا جس میں اس کا مقابلہ مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ سے کیا گیا۔اس سے ریویو نے یہ نتیجہ نکالا کہ ''پکھتال کا ترجمہ مولانا صاحب کے ترجمے سے انتہائی مشابہت رکھتا ہے اور بعض جگہ تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود کوئی خاص کام ہی نہیں کیا بلکہ مولانا صاحب کے ترجمے میں صرف معمولی ردوبدل کی ہے اور اس لئے انہیں مولانا صاحب کا ممنوں ہونا چاہیے۔''

پکھتال کے ترجمے کے 8سال بعد لاہور سے ہی عبداللہ یوسف علی صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن مع تفسیر شائع ہوا۔ان دنوں یہ صاحب اسلامیہ کالج کے پرنسپل تھے اور علامہ اقبال کے کہنے پر بنائے گئے تھے۔ ہماری جماعت کے بزرگ اور جنرل سیکرٹری مرزا مسعود بیگ صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ یوسف علی صاحب ترجمہ کے کام کے دوران کالج کے طالب علم رحیم بخش کے ذریعہ جو حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کے بڑے فرزند تھے اس کو احمدیہ بلڈنگز میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کی خدمت میں چیک کروانے کے لئے بھجوایا کرتے تھے تا کہ جو اس کا شاعرانہ زبان میں ترجمہ ہے وہ عربی کے مطابق ہے یا نہیں۔اس طرح یہ ترجمہ بھی مولانا محمد علی صاحب کا ممنوں ہوا۔

1980ء کے بعد یعنی عبداللہ یوسف علی صاحب کی وفات کے تیس سال بعد بعض اسلامی اداروں نے یوسف علی صاحب کے ترجمہ اور نوٹس میں اپنی رائے کے مطابق ترامیم کر کے شائع کرنا شروع کیا۔ایک ایڈیشن سعودی عرب میں سرکاری طور پر شاہی فرمان کے مطابق بھی شائع ہوا جس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ''ہم نے عبداللہ یوسف علی کا ترجمہ لے کر اس کی ترمیم واصلاح کی ہے اور اغلاط کو درست کیا ہے اور بطور ہمارا مصدقہ ترجمہ شائع کیا ہے۔ہمارے پاس نہ اتنا وقت تھا نہ محنت کرنے کا موقع کہ ہم از سرنو قرآن کریم کا خود ترجمہ کرتے۔''

حیرت کی بات ہے کہ اتنے وسیع وسائل والی ریاست اور مدینہ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ عرب اساتذہ کے ہونے کے باوجود وہ قرآن کریم کا ترجمہ اپنی طرف سے نہیں کروا سکے!

قرآن کریم کا ایک اور انگریزی ترجمہ بمع تفسیر ایک یوروپین نومسلم محمد اسد صاحب نے کیا جس کا The Message of the Quran ہے اور جو1980ء میں شائع ہوا۔ان کی تفسیر نہایت بلند علمی درجے کی ہے۔اس کی ایک ابتدائی جلد1964ء میں شائع ہوئی جو پہلی 9سورتوں پر مشتمل تھی۔ اس کی ایک کاپی جماعت احمدیہ لاہور کی دارالسلام کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے ناشر کا نام مسلم ورلڈ لیگ یعنی رابطہ العالم الاسلامی ہے اور اندر اسد صاحب نے ان کی سرپرستی کا شکریہ ادا کیا ہے۔ جب یہ جلد شائع ہوئی تو بعد میں رابطہ والوں کو علم ہوا کہ اسد صاحب نے کئی مقامات پر قرآنی آیات کی وہ تشریح کی تھی جو عامتہ المسلمین نہیں مانتے بلکہ ان میں بعض وہ تصورات ہیں جو احمدیوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طبعی اور قدرتی وفات پانا، ناسخ ومنسوخ، دجال، معراج النبیؐ وغیرہ اور پھر اسد صاحب کا اس بارے میں یہ تحریر فرمانا کہ:

''قرآن سے اس عام اور مقبول عقیدہ کی کہیں بھی تائید نہیں ملتی کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ حالت میں، جسمانی طور پر آسمان پر اٹھالیا۔''

رابطہ نے بطور سرپرست جتنی کاپیاں خریدی تھیں ان کو تلف کروادیا اور اس ترجمہ کی مزید اشاعت بند کردی گئی۔اس کے بعد اسد صاحب نے خود ہی اپنے ذاتی وسائل سے16سال بعد مکمل ترجمہ1980ء میں جبرالٹر سے شائع کروایا۔

محمد اسد صاحب دوسری جنگ عظیم سے پہلے ہندوستان آئے اور تقسیم ہند کے بعد لاہور آ گئے۔ ان کی ملاقات مولانا محمد علی صاحب سے ہوتی رہی اور ایبٹ آباد میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی۔1947ء کے بعد چند سال انہوں نے پاکستان کی وزارت خارجہ میں بھی کام کیا ۔ میں نے ان کی انگریزی تفسیر قرآن میں سے آٹھ مسائل ''حضرت مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ وتفسیر کے ایک صدی کے سفر'' پر کتابچہ لکھا ہے، اس میں نو مسائل کی نشاندہی کی ہے جہاں ان کی رائے مسلمانوں میں عام رائج نظریات کے برخلاف ہے اور مولانا محمد علی صاحب کی رائے سے متفق ہے۔ یہ مسائل ذیل کے ہیں۔ وفات مسیح، کنیزوں سے جنسی تعلقات، فرشتوں کا مومنین کی تائید کے لئے نزول، انبیاء کے معجزوں کی حقیقت۔

آخر میں خاکسار مختصر طور پر جائزہ لیتا ہے کہ کس اعتبار سے حضرت مرزا صاحب کی بات پوری ہوئی کہ ''یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے۔''

اس ترجمہ نے قرآن کریم کے ترجمے کرنے کا دوسرے مسلمانوں میں بھی دروازہ کھول دیا۔ اس کو دیکھ کر ان کو بھی اس کام کا خیال پیدا ہوا اور ان کا حوصلہ بڑھا۔ اس ترجمہ نے وہ ذہنیت ہی بدل دی کہ قرآن کا ترجمہ شائع کرنا حرام و ممنوع ہے۔

بعد کے انگریزی کے تراجم نے اس ترجمہ کی طرز سے فائدہ اٹھایا جیسا کہ خود مولانا محمد علی صاحب نے اپنے نظر ثانی ایڈیشن جو 1951ء میں شائع ہوا اس کے دیباچہ میں نوٹ کیا ہے:

''اس ترجمہ و تفسیر میں ان مسائل کو واضح کیا گیا ہے جن کی وجہ سے اسلام پر اعتراضات ہیں اور اسلامی دنیا میں ان کے متعلق خود بھی غلط فہمیاں ہیں۔ مثلاً جہاد، مرتد کی سزا، عورتوں کے حقوق، جنت کا تصور وغیرہ۔''

دنیا کے سب سے مشہور قرآن کریم کے انگریزی تراجم مولانا محمد علی صاحب کے ترجمے کے ممنوں ہیں۔ پکھتال اور عبداللہ یوسف علی کا تو ذکر آچکا ہے۔ ایک اور انگریزی ترجمہ ''شاکر'' کے ترجمے کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ترجمہ، سوائے چند مقامات کے بالکل ہی مولانا محمد علی کے اول ایڈیشن کی نقل ہے۔

محمد اسد تو تمام اختلافی مسائل میں یعنی جن میں مولانا محمد علی، جمہور مسلمانوں سے اختلافی تفسیر کرتے ہیں۔ مولانا صاحب کے موقف کی تائید کرتے ہیں اور اسد کا ترجمہ USA کی ایک بڑی اسلامی تنظیم CAIR مفت تقسیم کرتی ہے۔ اس تنظیم نے اس ترجمہ کا انتخاب اس کی تفسیر کی روشن خیالی کی وجہ سے کیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب USA میں لاکھوں لوگ، مسلمان اور غیر مسلمان، اہم اسلامی مسائل کی وہ تشریحات پڑھ رہے ہیں اور ان سے مستفید ہو رہے ہیں جو مولانا محمد علی صاحب نے سو سال پہلے پیش کیں اور جن پر علماء نے بڑے اعتراضات کئے، گو موجودہ زمانے کے قارئین ان کو محمد اسد صاحب کی تشریح تصور کرتے ہیں۔

بقیہ صفحہ نمبر 22:

اپیل دستکاری

سچے مسلمان بن سکتے ہیں۔ اپنی بچیوں کو بھی اس میں شریک کرنا چاہئے تا کہ بچپن ہی سے ان کے دِلوں میں ایثار اور قومی و دینی خدمت کی اُمنگ پیدا ہو۔ مزید واقفیت کے لئے ذیل میں مفصل لکھا جاتا ہے۔

اول: ہر ایک بہن کوئی سا کام جو وہ جانتی ہو ہر قسم سلائی کشیدہ، اُون کا کام، سلمہ ستارا، سوت کاتنا وغیرہ وہ اشاعت اسلام کے لئے حسب توفیق بنائیں۔

دوم: کڑھے ہوئے دوپٹے، ٹیبل کلاتھ، ازار بند، پلنگ پوش، رومال، اون کے سویٹر، موزے، کھلونے اور دیوار پر آویزاں کرنے کے قطع، وغیرہ نہایت آسانی سے فروخت ہو جاتے ہیں۔

سوم: اگر کوئی بہن اپنے گھر کی ضرورت یا بچوں کے لئے کوئی چیز بنائیں تو وہ اس کو خود خرید سکتی ہیں۔ بلکہ بہتر ہوگا کہ بہنیں اپنی ضروریات کی چیزیں بنائیں اور اسے خود خرید لیں۔ جو خود نہ خریدیں گی وہ نمائش میں رکھ کر بیچی جائیں گی۔

چہارم: ایک قیمتی چیز کے بجائے متعدد قسم کی معمولی قیمت کی چیزیں بنائیں۔

پنجم: ہر چیز میں یہ خیال رکھا جائے کہ کم خرچ اور پائیدار اور خوبصورت ہو۔ سفید کاٹن کے ٹیبل کلاتھ، جن پر سفید یا ہلکے رنگ کے دھاگے سے کام کیا جائے، بہترین چیز ہے۔ معمولی چیز کو محنت سے قیمتی بنانا چاہئے۔ تا کہ محنت کا معاوضہ اچھا مل جائے۔

ششم: ہر چیز صاف ستھری ہونی چاہئے۔ بہنیں خود اندازہ کر سکتی ہیں کہ کس قسم کی چیزیں روزمرہ کی ضروریات کے لئے درکار ہیں۔

ہفتم: جو چیز بھیجی جائے اس کی لاگت کی چٹ خود اس پر لکھ کر لگا دی جائے۔ قیمت ہم خود لگا لیں گے۔ آپ صرف یہ لکھ دیں کہ آپ کا کس قدر خرچ آیا ہے۔

والسلام اہلیہ محمد علی آنریری سیکرٹری

امیر چہارم جناب ڈاکٹر اصغر حمید صاحبؒ

جسارت خانم

قانونِ قدرت ہے کہ جو یہاں آتا ہے وہ ایک روز چلا بھی جاتا ہے۔ ہمارے چوتھے امیر جماعت ڈاکٹر اصغر حمید صاحب 14 اکتوبر 2002ء کو صبح 3 بجے اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا تعلق امرتسر کے ایک معزز کشمیری خاندان سے تھا۔ آپ کے والد محترم ایک ذمہ دار پولیس آفیسر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی پیدائش 1919ء لاہور میں ہوئی۔ پرائمری اور ثانوی تعلیم اپنے آبائی شہر امرتسر میں حاصل کی۔ ایم۔ اے۔ او سکول امرتسر سے 1933ء میں میٹرک پاس کیا۔ وہیں سے ایف ایس سی پاس کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ 1937ء میں حساب میں آنرز کر کے ڈگری حاصل کی اور 1939ء میں پنجاب یونیورسٹی سے حساب میں ایم اے کیا۔ آپ انجینئرنگ کالج لاہور میں حساب کے لیکچرر متعین ہوئے اور یہیں سے برطانیہ کی ایڈن برگ یونیورسٹی سے حساب میں پی۔ ایچ۔ ڈی مکمل کرلی۔ 1961ء میں جب انجینئرنگ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا تو آپ کو شعبہ حساب کا ڈین مقرر کیا گیا اور اس عہدہ پر آپ 1979ء تک متعین رہے۔ آج پاکستان میں آپ کے لاتعداد شاگرد بہت اہم عہدوں پر فائز ہیں۔

ملازمت کے دوران آپ نے دینی مطالعہ جاری رکھا۔ سلسلہ کے پیدا کردہ لٹریچر پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ خدمت دین بجالانے کا جذبہ آپ میں بڑھتا گیا۔ قیام پاکستان سے قبل ایک خطبہ جمعہ میں حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ یورپین زبانیں سیکھیں تا کہ ہمیں ان ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے سہولت میسر آئے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے روسی زبان سیکھنے کا عزم کیا اور کچھ عرصہ زبان سیکھنے کی کوشش بھی کی۔ ان دنوں انگریز حکومت ملک میں روسی اثر ونفوذ پر کڑی نظر رکھتی تھی۔ اس لئے مرحوم زیادہ عرصہ اس بارے میں آگے نہ بڑھ سکے۔ خدا کے فضل وکرم سے جماعت کے تین امیر حج بیت اللہ کی سعادت پانے والے ہیں۔ ڈاکٹر اصغر حمید صاحب نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی خدمتِ سلسلہ احمدیہ کے لئے وقف کردی۔ دارالسلام گھر تعمیر کر کے یہیں پر رہائش رکھی۔ آپ کی اولاد میں چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ جن میں سے ایک بیٹا جو کہ ڈاکٹر تھا اور فوج میں کام کرتا تھا۔ آصف حمید وہ خرابی صحت کی بنا پر فوج سے واپس آگیا اور پھر جلد ہی اچانک فوت ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس صدمہ کو بڑی جواں مردی سے برداشت کیا۔ دوسرا بیٹا انجینئر ہے اور آج کل دوبئی میں کام کررہا ہے۔ بیٹیوں میں سے ایک ڈاکٹر ہے اور وہ عرصہ سے ملک سے باہر ہے۔ دیگر بیٹیوں میں سے دو بیٹیاں انجینئر تھیں۔ ایک حیات ہے جبکہ دوسری فوت ہوگئی اور دارالسلام کے قبرستان میں دفن ہے۔ آپ کا ویران گھر صبح شام آپ کی یاد دلاتا ہے۔

ڈاکٹر اصغر حمید صاحب جماعت احمدیہ لاہور کے چوتھے امیر تھے۔ آپ نے انتہائی نازک حالات میں جماعت کی باگ ڈور سنبھالی اور چھ سال تک پوری تن دہی سے جماعت کی خدمت کی۔ آپ کا عزم، مردم شناسی اور دُور اندیشی نے جماعت میں اتحاد اور ترقی کی روح پھونکنے کی کوشش کی۔ آپ قرآن کریم، احادیث اور سنت رسول صلعم سے ہر طور راہنمائی حاصل کرنے کا مشورہ دیتے۔ بلکہ خود بھی انہی کی روشنی میں فیصلے کرتے۔ جو بھی ان سے ملنے جاتا اُن کی وسعتِ علم سے فیض یاب ہوکر آتا۔ آپ کو جماعت کی مضبوطی، ترقی کی اس قدر فکر تھی کہ یہی ایک موضوع وہ اکثر احباب کے سامنے رکھتے اور سلسلہ کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے۔

دارالسلام میں مغرب کی نماز کے بعد مختصر تفسیر کے ساتھ درس قرآن کریم دیتے۔ اکثر خطبہ جمعہ بھی دیا کرتے۔ آپ کا خطاب نہایت سادہ مگر علمی ہوتا۔ دوسروں کی تقریریں اور خطبے بھی بڑے غور سے سنتے اور بعض بڑے باریک نقطہ کی طرف توجہ دلاتے۔ ایک دفعہ کسی خطیب نے آپ کا ذکر امیر قوم کہہ کر کیا تو آپ نے فرمایا قوم تو ہماری پاکستانی ہے۔ اسی لئے امیر قوم کی بجائے امیر جماعت کہنا چاہیے۔

ڈاکٹر اصغر حمید صاحب نے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی زندگی کو خدمتِ سلسلہ احمدیہ کے لئے مکمل طور پر وقف کر دیا۔ درس قرآن کریم، خطبہ جمعہ، پیغام صلح اور اخبار لائٹ کے لئے لکھنا ان کا معمول تھا۔ بیرون ملک سے تبلیغی کلاس میں شرکت کے لئے آنے والے نوجوانوں کو آپ قرآن کریم اور سلسلہ کی کتابیں بھی پڑھاتے رہے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ''البریہ'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں میں پائے جانے والے عربی الفاظ کی ایک گائیڈ اور لغت ترتیب دی تا کہ حضرت صاحب کی عربی کتب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ درس قرآن کریم میں مولانا محمد علیؒ کی تفسیر کو مدنظر رکھتے تھے۔

حضرت امیر مرحوم نماز کی نہایت پابندی فرماتے اور بہت اطمینان سے باجماعت نماز ادا کرتے۔ چونکہ خود تہجد گزار تھے اس لئے سب کو خصوصاً نوجوانوں کو نماز اور تہجد کی تلقین فرماتے۔ آپ نام و نمود سے دُور رہتے۔ سنت رسول صلعم کی پیروی میں گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے۔ گھر کا سودا سلف خود پیدل جا کر دوکان سے خرید لاتے۔ اگر کوئی احتراماً آپ کی مدد کرنا چاہتا تو فرماتے کہ یہ میرا کام ہے میں خود ہی کروں گا۔ آپ نہایت صاف گو اور مخلص دوست تھے۔ درگزر اور معاف کرنا آپ کا شیوہ تھا۔ اپنے گھر کے ملازمین کے ساتھ نہایت ہمدردانہ اور شفقت بھرا رویہ رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ ملازمین آپ سے بہت خوش رہتے۔

اللہ تعالیٰ مومنین کو ایک خاص قسم کا رعب عطا کرتا ہے۔ آپ کو بھی خدا نے کچھ ایسی ہی شخصیت عنایت کی تھی کہ اپنوں اور غیروں میں آپ کا بے حد احترام اور عزت تھی۔ آپ کے شاگرد بھی آپ کی دل سے عزت کرتے بلکہ آپ کے یونیورسٹی کے رفقاء تو آپ کو فرشتہ کہتے۔ آپ یونیورسٹی کی مختلف کمیٹیوں میں رہے اور ہمیشہ ایک ایک پائی کا حساب رکھا۔ آپ محترم میاں رحیم بخش صاحب کلکٹر سنٹرل ایکسائز کے داماد تھے۔ جن کی رہائش کراچی میں تھی۔ آخر میں میں ڈاکٹر صاحب کی مومنانہ صفات اور اخلاق حسنہ بیان کرنے کے لئے چند اشعار کافی ہیں:

وہ کام کر کہ عمر خوشی سے کٹے تیری
وہ کام کر کہ یاد تجھے سب کیا کریں
جس جا پہ تیرا ذکر ہو بس ذکرِ خیر ہو
اور نام تیرا ایس تو ادب سے لیا کریں

بقیہ صفحہ نمبر 21

کے باشندوں کو خبردار کرتے تا کہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔
(التوبہ:122)

اس آیت میں جس تعلیم کے انتظام کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد عامتہ الناس کو محض خواندہ بنانا اور ان میں کتاب خوانی کی نوعیت کا علم پھیلانا نہ تھا بلکہ واضح طور پر اس کا مقصد یہ متعین کیا گیا تھا کہ لوگوں میں دین کی سمجھ پیدا ہو اور ان کو اس حد تک ہوشیار و خبردار کر دیا جائے کہ وہ غیر مسلمانہ رویہ زندگی سے بچنے لگیں۔ یہ مسلمانوں کی تعلیم کا وہ مقصد ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اللہ نے خود مقرر فرمایا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام لوگوں میں نوشت و خواند، کتاب خوانی اور دنیوی علوم کی واقفیت پھیلانا نہیں چاہتا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام لوگوں میں ایسی تعلیم پھیلانا چاہتا ہے۔ جو مذکورہ بالا مقصد کو بھی پورا کرے۔

اسلامی معاشرہ میں تعلیم کے مقاصد میں حسب ذیل امور شامل ہیں۔
(۱): معرفت الٰہی کا حصول۔ یعنی اللہ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل کرنا۔
(۲): تفقہ فی الدین: جس کے معنی ہیں دین کو سمجھنا، اس کے نظام میں بصیرت پیدا کرنا، اس کے مزاج اور اس کی روح سے آشنا ہونا اور اس قابل ہو جانا کہ کونسا فکر اور کونسا طرزِ عمل روح دین کے مطابق ہے۔ (۳): کردار سازی: اسلام میں صرف علم نافع کی قدر ہے محض فلسفے اور بحثوں کو کوئی اہمیت حاصل نہ ہے۔ (۴): مسائل دین کا حل: اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس لئے ہر انسان اسلام کی روشنی میں انسان کے تمام مسائل کا حل تلاش کرتا ہے۔ (اسلامی قانون) (۵): اسلامی قانون کا فہم: قرآن پاک اور ارشادات نبوی اسلامی معاشرے میں قانون کا ماخذ بھی ہیں اس لئے شریعت کے علم کے معنی اسلامی قانون میں مہارت ہے (۶): تحقیق کا ذوق: اسلامی معاشرہ میں علم کا مطلب صرف چند باتوں کو یاد کر لینا ہی نہیں بلکہ علوم عقلی ہوں یا نقلی دونوں میں تحقیق کا ذوق پیدا کرنا ہے۔ حدیث کی چھان بین یعنی علم الرجال (راویوں کا حال) جاننا اور حدیث کو روایت اور درائت کے اعتبار سے پرکھنا تحقیق کا ایک وسیع میدان ہے۔ علوم دینی کی روشنی میں معاشرتی مسائل کا حل نیز دور حاضر کی پیچیدگیوں پر غور تحقیق کے ذوق کے بغیر ممکن نہیں۔

''حصول تعلیم'' اسلامی اقدار کا جزوِلاینفک

منصور احمد (واعظ)

علم کے لغوی معنی جاننا، واقف ہونا اور سمجھنا ہیں۔ اس کی ضد جہل ہے۔ اصطلاح میں علم ان تمام معلومات کو کہتے ہیں جو انسان کو حواس خمسہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ علم کا تعلق انسان کے دل و ماغ سے ہوتا ہے جو معلومات یا علم وہ حاصل کرتا ہے ان کی بنیاد پر وہ اپنے نفع ونقصان کو پہچانتا ہے۔ حق و باطل اور خیر وشر کے درمیان امتیاز کرتا ہے اور اپنی زندگی کا راستہ متعین کرتا ہے۔ علم سیکھنے کے عمل کو تعلیم کہتے ہیں۔ علم سکھانے والے کو معلم اور سیکھنے والے کو طالب علم یا متعلم کہتے ہیں۔ جس ادارہ میں علم سکھانے کا کام ہوتا ہے اسے مکتب یا مدرسہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

علم یا عمل کے درمیان چولی دامن کا ساتھ ہے کیونکہ جو معلومات دماغ تک پہنچتی ہیں ان سے دل میں جذبات جنم لیتے ہیں اور وہ جذبات عمل میں ڈھلتے ہیں۔ علم حاصل ہونے کے بعد انسان کے لئے دونوں راستے کھلے ہیں چاہے تو وہ رشد وہدایت کا راستہ اختیار کرے اور چاہے اپنے سفلی جذبات کے پیچھے لگ کر شیطان کی پیروی کرے گویا ''علم'' کی روشنی میں ''عمل'' جنم لیتا ہے اور ہر انسان فیصلہ کرتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ اس کے ان اعمال کا ریکارڈ اس کا نامہ اعمال ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان نے اپنے مقصد حیات کو کس حد تک پہچانا اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کس حد تک اور کس انداز میں کوشش کی۔

حقیقت یہ ہے کہ بےعلم نہ خدا کو پہچان سکتا ہے اور نہ حقیقت کو پا سکتا ہے۔ اس لئے ایک خدا پرست معاشرے میں علم کو پھیلانے میں بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اس کائنات کی حقیقتوں کا صحیح ادراک ہی انسان کو خالق کائنات (اللہ تعالیٰ) تک پہنچا سکتا ہے اور اس کی حکمتوں کو غور وفکر ہی انسان کو اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ اے اللہ تو نے یہ جہاں بے مقصد نہیں بنایا (ماخلقت ھذا باطلا) تاہم ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جو صرف ظاہر بین نگاہ اور نیت کے فتور کے ساتھ دنیا کو دیکھتے ہیں وہ نہ اس دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں نہ اپنے آپ کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی رب العرش عظیم کو پہنچان سکتے ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عربوں میں تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ عرب جاہل تھے اور اس جاہلیت کا بنیادی خاصہ یہ ہوتا ہے کہ اوہام پرست، بداخلاق، گنوار اور وحشی بن جاتا ہے۔ اسلام کے سامنے چونکہ ایک ایسے معاشرے کی تعمیر تھی جس کے افراد توحید پرست بااخلاق مہذب اور امن پسند ہوں، اس لئے ان کے اندر تعلیم پھیلائی گئی۔ حضورؐ نے سب سے زیادہ زور تعلیم پر دیا اور علم حقیقی کو ذہنی ودنیاوی کامرانیوں کا وسیلہ قرار دیا۔

حضورصلعم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں پہلا حکم ہی پڑھنے کا ہے۔ فرمایا:

ترجمہ: ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بہت زیادہ کریم ہے، جس نے قلم سے (علم) لکھنے کی تعلیم دی (اور) انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا'' (العلق 1 تا 5)

ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو انسان کی تخلیق سے اور شان کریمانہ کو علم بالقلم سے ظاہر فرمایا ہے۔ تخلیق انسانیت کے بعد دوسری اہم بات جس کا ذکر ہوا ہے وہ لکھنے اور پڑھنے کی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں پر جو فضیلت دی اس کا سبب یہ بتایا کہ ملائکہ، حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں علم نہیں رکھتے۔

قرآن کریم میں آتا ہے:

''آدمؑ کو سب چیزوں کے ناموں کی تعلیم دے دی'' (البقرہ: 31)

اشیاء کی یہی معرفت اور اسماء کا علم انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا سبب بنا۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت میں علم والوں کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی:

''کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔'' (سورۃ الزمر: 9)

جس طرح سفیدی اور سیاہی، دن اور رات، نور اور تاریکی، بینا اور اندھا کبھی

برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح عالم اور جاہل بھی کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر دور دراز کے لوگوں میں علم پھیلانے کی ہدایت کی گئی۔ ''مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے۔'' (توبہ 122)

اس مقام کو سمجھنے کے لئے ذہن میں رہے کہ اشارہ ایسی دیہاتی آبادی کی طرف ہے جہاں عام طور پر تعلیم کی طرف بالکل ہی توجہ نہیں دی جاتی۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اگر یہ سارے کے سارے لوگ تعلیم حاصل نہ کر سکتے ہوں تو کچھ جماعتیں یہ فریضہ ادا کر دیں۔

آخر میں وہ دعا دیکھئے جو اللہ تعالیٰ نے خود رسول کریم صلعم کو سکھائی:
''قل رب زدنی علما'' آپ کہئے ''اے پروردگار! مجھے علم میں زیادتی نصیب فرما۔

حضور صلعم کے بے شمار فرمان ہیں جو تعلیم کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ ان سب کا احاطہ مشکل ہے ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

☆ علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

☆ گہوارے سے قبر تک علم حاصل کرتے رہو۔

☆ حضور صلعم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔

☆ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

☆ عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں کے چاند کو سب ستاروں پر۔

☆ جس نے علم کی طلب کی اور وہ کامیاب ہوا اسے دوگنا اجر ملے گا اور ناکام رہا تو اکہرا اجر ملے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

☆ مومن علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

☆ جو آدمی علم کی تلاش میں نکلتا ہے وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

☆ اگر طلب علم کو، علم کی تلاش میں موت آ جائے تو وہ شہید ہے۔

☆ ایک بار رسول کریم صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو ان کا پھل کھاؤ۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔

☆ ایک مرتبہ رسول کریم صلعم مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ ایک مجلس میں اللہ کا ذکر کیا جا رہا تھا اور دوسری میں دین کا علم حاصل کیا جا رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا علم والے افضل ہیں اور آپ اس مجلس میں شریک ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا علم دولت سے بہتر ہے۔ علم پاسبانی کرتا ہے اور دولت کی پاسبانی تمہیں کرنی پڑتی ہے۔ علم حکمران ہوتا ہے اور دولت پر حکمرانی کی جاتی ہے۔ دولت خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے اور علم بڑھتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت و احادیث سے یہ بات پوری طرح نکھر کر سامنے آ گئی ہے کہ اسلام میں تعلیم پر کتنی توجہ دی گئی ہے۔ خیال رہے کہ یہ صرف چند حوالے دیئے گئے ہیں، ورنہ اسلام تو سراسر نام ہی علم کا ہے۔ اس نے اپنے علم سے جہالت کی تمام تاریکیوں کو لپیٹ کے رکھ دیا۔ اسلامی معاشرہ میں علم کا اتنا چرچا ہوا اور اس کی اتنی زیادہ اہمیت بڑھی کہ ہر طرز علمی مجلسیں لگنے لگیں۔ گھر گھر میں مدرسے کھل گئے، بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد بھی بلا تخصیص عمر علم حاصل کرنے لگے۔ قیدی بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی پاتے۔ عورتیں حق مہر میں تعلیم حاصل کرنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف علم کی روشنی نے پورے اسلامی معاشرہ کو منور کر دیا۔

اسلامی معاشرے میں تعلیم کی نوعیت کے بارے میں قرآن مجید ہمیں جو رہنمائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ تعلیم ہے۔ جس کے ذریعے انسان بنیادی سوالات کے جوابات پاتا ہے۔ وہ خدا کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اس کو راضی کرنے کے طریقے جانتا ہے۔ خیر و شر کے بارے میں بصیرت حاصل کرتا اور اپنی ذمہ داریوں کو معلوم کرتا ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: ''اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہل ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقہ (بقیہ صفحہ نمبر 19)

نمائش دستکاری

احمدی خواتین کی خدمت میں ایک اپیل

نوٹ: دستکاری کی اپیل اُس محسنہ کی پانچ نومبر ۱۹۴۳ میں شائع شُدہ تحریر سے کی جارہی ہے جنہوں نے اس شاندار نمائش کی ابتداء کی تھی۔ ان کی تحریر میں خواتین کی ذمہ داریوں کا تعین اور دینِ اسلام کا درد بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ دُعائیہ کے لئے تیار کی گئی اشیاء بمعہ لاگت جلد از جلد سیکرٹری تنظیم خواتین احمدیہ بیگم صبیحہ سعید صاحبہ یا انچارج دستکاری تک پہنچادیں۔ شکریہ

بشریٰ علوی (انچارج دستکاری)

بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

اخبار ''پیغام صلح'' کا ''قبول احمدیت نمبر''۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، قبول احمدیت کی مختصر سی تاریخ پر مشتمل ہے۔ مگر بیجا نہ ہوگا اگر میں چند ضروری معروضات اپنی محترم خواہران و برادران کی خدمت میں پیش کروں۔ قبول احمدیت یا دوسرے الفاظ میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود ؑ نے سب سے بڑا کام جو ہمارے سپرد کیا ہے وہ اشاعت اسلام ہے۔ اور اس میں مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ احمدیت کسی نئے مذہب کا نام نہیں بلکہ احکام الٰہی کی فرمانبرداری اور فرائض کی ادائیگی ہی حقیقی احمدیت ہے۔ اس نازک دور میں جبکہ مذاہب میں باہمی کشمکش ہورہی ہے اور ہندو قوم تک جن کے دھرم میں تبلیغ کا نام تک نہیں میدان مقابلہ میں آگئی ہے تو اس صورت میں اسلام کی اشاعت ایک نہایت اہم فرض بن گئی ہے۔ اور جس طرح ابتدائے اسلام میں صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم نے اپنی متفقہ کوششیں اس راہ میں لگادیں، اسی طرح آج بھی ہر مسلمان مرد ہو یا عورت اس کا فرض ہے کہ وہ اس پاک مقصد کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں حصہ لے۔ خواتین کا حلقہ عموماً گھروں تک محدود ہے مگر اپنے دنیوی فرائض کو بجالا کر بھی وہ اس قدر وقت نکال سکتی ہیں کہ اس دینی جہاد میں شامل ہوں۔ دونوں فریق اپنے اپنے دائرے میں اپنے حالات کے مطابق اس اہم فرض سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر دستکاری فنڈ کا ذکر کروں گی۔ چار پانچ سال سے خواتین میں یہ تحریک جاری ہے کہ دعائیہ کے موقع پر کچھ چیزیں اپنے ہاتھ سے بنا کر اشاعت اسلام کے لئے دیں۔ اور سہولت کے لئے یہ مقرر کیا گیا تھا کہ ہر ہفتہ میں ایک بار کچھ کام اپنے ہاتھ سے کیا جائے اور سال میں ایک دفعہ ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں بذریعہ نمائش فروخت کرکے آمدہ رقم اشاعت اسلام میں دے دی جائے۔

اب آپ غور فرمائیے کہ کس قدر سہل اور مفید تجویز ہے۔ مگر پھر بھی جماعت کے دسویں حصہ نے بھی اس طرف توجہ نہ کی۔ میں اپنی معزز بہنوں کی خدمت میں اپیل کرتی ہوں کہ خدا کے لئے اپنے فرض کو پہچانیئے۔ یہ دنیا کے دھندے تو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتے۔ مگر مصروفیتوں کے باوجود ہم اپنے کاموں کے لئے وقت نکال لیتے ہیں تو خدا کے کام کے لئے ہفتہ میں ایک گھنٹہ بھی ہم بچا نہیں سکتے؟ آخر یہ زندگی ایک دن ختم ہوگی۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ جو کام ہم اس زندگی میں کریں گے، ان کا بدلہ آئندہ زندگی میں ملنے والا ہے۔ تو للہ اس زندگی کے لئے بھی کچھ فکر کیجئے جس میں ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔ ہماری آنکھوں کے آگے بیسیوں ہستیاں اُٹھ گئیں اور اُٹھتی جارہی ہیں۔ پھر اپنے انجام سے آنکھیں بند کرکے اس فانی دنیا ہی میں غرق ہوجانا کس قدر افسوس ناک ہے!

محترم بہنو! ایک قدم جو کسی کی امداد کے لئے اُٹھایا جائے ایک کلمہ جس سے کسی کو فائدہ پہنچے اور ایک لحہ جو نیک کام میں صرف ہو، کبھی رائیگاں نہیں ہوگا۔ اور یہی ننھے ننھے کام راحت ابدی کا موجب ہوں گے۔ بہت سی باتیں جنہیں ہم حقیر سمجھتے ہیں ان سے عظیم الشان نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ میری ہر بہن میں یہ جوش پیدا ہو کہ وہ اپنے وقت میں سے چند لمحے اشاعت اسلام کے لئے وقف کردے۔ اس سے نہ صرف مالی امداد ہوگی بلکہ ہمارے دل میں وہ حقیقی روح اور پاکیزگی پیدا ہوگی جس کے ذریعہ ہم (بقیہ صفحہ نمبر 17)

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

تحریک احمدیہ لاہور کا پہلا یورپی جلسہ سالانہ

رپورٹ ماہ ستمبر 2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

3 ستمبر۔ ایک سیاسی پارٹی کرسچن ڈیموکریٹک یونین (CDU) کی جانب سے 25 افراد پر مشتمل گروپ نے مسجد تک کی سیر کا اہتمام کیا۔ رکن پارلیمنٹ جناب کلاس ڈائٹر گروہر صاحب کی قیادت میں اسی قسم کی سیاسی و تفریحی سیر کا اہتمام اس سے قبل بھی کیا جاچکا ہے۔ شرکاء کو اسلام کے بارے میں گفتگو کے علاوہ ان کو برلن مسجد کے متعلق پریذنٹیشن بھی دکھائی گئی اور کتابچے بھی تقسیم کیے گئے۔

ایمل مولٹ اکیڈیمی سے طلباء کا دورہ

5 ستمبر۔ مذکورہ بالا اکیڈیمی برلن کے طلباء اپنے استاد کے ہمراہ برلن مسجد تشریف لائے۔ حسب معمول طلباء کو مسجد کے متعلق پریذنٹیشن دی گئی اور اُن کے سوالات کے جواب بھی دیئے گئے۔ اکیڈیمی کی لائبریری کے لئے قرآن پاک کے جرمن زبان کا نسخہ بھی پیش کیا گیا۔ اسی روز جی کریر سکول کے پراجیکٹ کے سلسلہ میں مسجد کے متعلق معلومات فراہم کی گئیں۔

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب کی برلن مسجد میں آمد اور جلسہ میں شرکت

6 ستمبر۔ حضرت امیر ایدہ اللہ اور شاہد عزیز صاحب لندن سے برلن تشریف لائے اور مشن ہاؤس میں سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ سفر کی طوالت کے باوجود حضرت امیر انتہائی پُر جوش دکھائی دے رہے تھے۔ آپ نے اپنے مختصر قیام کے دوران 3 جمعوں پر خطبات دیئے اور مختلف وفود کی آمد پر انہوں نے معلوماتی لیکچرز بھی دیئے۔

9-10 ستمبر۔ اس مرتبہ تاریخی عمارات کے تحفظ کے ایام منانے کے سلسلہ میں برلن مسجد کی تاریخ کو خاص اہمیت دی گئی۔ ان دو ایام میں 1029 افراد برلن مسجد تشریف لائے۔ اس سال شرکاء کی تعداد میں اضافہ کے باعث پمفلٹ اور کتابچے تھوڑے پڑ گئے۔ پروگرام ساڑھے دس بجے سے شروع ہو کر ساڑھے چھ بجے شام اختتام پذیر ہوتا۔ اس دوران عامر عزیز صاحب امام مسجد برلین ہر ایک گھنٹے کے بعد پریذنٹیشن دیتے رہے اور حضرت امیر بھی شرکاء کو اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔

جلسہ کے پہلے روز تعمیراتی کمپنی کے آرکیٹیکٹ صاحبان تشریف لائے

پہلے روز تعمیراتی کمپنی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر پیٹر شابے صاحب اور آرکیٹیکٹ محترمہ کٹجا وائس صاحبہ مسجد تشریف لائے اور گاہے بہ گاہے زائرین کو مسجد کے تعمیراتی خوبصورتی اور اب جو مرمت کا کام ہوا ہے اس کی تفصیل بتاتے رہے۔ اس کے علاوہ ایک معروف ادارہ جو تاریخی عمارات کے تحفظ کے سلسلہ میں امدادی رقوم اور کام کرواتا ہے سے رابطہ 2008 میں ہوا تھا۔ اس وقت نوجوان محمد علی صاحب امام مسجد تھے۔ اس تنظیم کے اس وقت کے صدر محترم کنڈ پیڈ ز اور محترمہ انیکا فورفبز کے تعاون سے دو پروگرام مسجد میں ہوئے ایک موقع پر 800 سے زائد لوگ مسجد تشریف لائے تھے۔ اس ادارہ نے ایک قد آور پوسٹر شائع کیا جس میں دیگر اہم تصاویر کے علاوہ مسجد کی ایک فضائی تصویر شائع کی گئی اس سے اس عمارت کے چھوٹا تاج محل ہونے کی وجہ سمجھ آتی ہے۔ لیکن جب محمد علی صاحب اپنی والدہ کی بیماری کی وجہ سے پاکستان چلے گئے تو یہ سلسلہ آگے نہ چل سکا۔ دوسرے دن محترم گفٹ پیٹرز بھی تشریف لائے اور لوگوں کو مسجد کے بارے میں بتاتے رہے۔ جلسہ کے دوسرے روز حضرت امیر اور ڈاکٹر گرڈین یونکر جو ایک معروف مصنفہ اور محققہ ہیں زائرین کو معلومات اور سوال و جواب میں امام مسجد برلین کی مدد فرماتی رہیں۔ جرمن محکمہ آثار قدیمہ کے تحفظ کے ایک ماہر تعمیرات نے حضرت امیر کو 50,000 یورو کا امدادی چیک پیش کیا۔ محترم شاہد عزیز

صاحب (انگلستان)، محترمہ خالدہ عبید اللہ صاحبہ (سرینام) اور مدثر عزیز صاحب (ہالینڈ) کی بروقت آمد اور انتظامات میں تعاون کی بدولت مسجد میں جلسہ کا نظام انتہائی عمدگی سے انجام پایا اور مسجد کو دیکھنے والوں کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملا۔

لاہور تحریک احمدیہ کا پہلا یورپی سالانہ جلسہ

15-17 ستمبر۔ برلن مسجد میں تین روزہ پہلا سالانہ لاہور تحریک احمدیہ یورپین جلسہ منعقد ہوا۔ جلسے میں شرکت کے لئے احباب پاکستان، جرمنی، برطانیہ، ہالینڈ، سویڈن، سوئزر لینڈ، یوکرین، سرینام، ٹرینیڈاڈ، امریکہ اور انڈونیشیاء سے تشریف لائے۔ الحمد اللہ حضرت امیر کی انتھک کاوش اور ممبران کی شمولیت سے یورپ کا یہ پہلا کنونش انتہائی کامیاب رہا۔ جلسہ کی تفصیلی رپورٹ انشاء اللہ ایک خاص شمارہ میں شائع کی جائے گا۔

جماعت احمدیہ لاہور کی پہلی مرتبہ عوامی نمائندگی

16 ستمبر۔ برلین کے مرکزی سکوائر میں برلن چرچ کے سامنے تحریک احمدیہ لاہور نے 100 سالہ تاریخ میں پہلی بار عوام کے سامنے دہشت گردی کے خلاف امن کے قیام کے لئے احتجاج کیا۔ مظاہرہ میں انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کی دہشت گردی کے خلاف تقاریر کی گئیں۔ ممبران جماعت کے علاوہ برلین کے نائب میئر جناب کارسٹن اینگل مین، سرینام کی فزیکل پلاننگ کی وزیر محترمہ رولین طواہرہ شمس الدین صاحبہ اور برلین کی ڈاکٹر گرڈین یونکر معروف جرمن مصنفہ اور محققہ اور چرچ کی خاتون پادری ڈاکٹر کیتھرین سٹیفل نے بھی مظاہرہ میں خطاب کیا۔ تمام شرکاء نے اپنے اپنے ملکوں کے جھنڈے اٹھا رکھے تھے۔ مقامی حکومت کی طرف سے سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام تھا۔ حضرت امیر کی تقریر کو از حد سراہا گیا۔ برلین مسجد کے ایک مخلص دوست جرمن فوٹو گرافر محترم کرسچن فیصل کی بیگم صاحبہ باربرا کلیبر جو ایک معروف مغنیہ اور تھیٹر کلب کی ممبر ہیں، انہوں نے انسانیت سے ہمدردی کے بارے میں ایک پُر اثر نظم گا کر پروگرام کو چار چاند لگا دیئے۔ بعد ازاں دہشت گردی میں شہید ہونے والی معصوم جانوں کے لئے تمام احباب نے حضرت امیر کی اقتداء میں اجتماعی دعا کی اور یادگار پر پھول چڑھائے۔

بین المذاہب کانفرنس

16 ستمبر۔ برلن مسجد میں لاہور تحریک احمدیہ کی برلین کی مجلس انتظامیہ کی طرف سے بین المذاہب کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ ''انتہا پسندی کے دور میں انسانیت کا مستقبل'' کانفرنس کا موضوع رکھا گیا۔ حضرت امیر کے خطاب کو شرکاء میں کافی سراہا گیا۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے نمائندوں نے شرکت کی۔ مقررین کے نام یہ تھے:

(۱): پروفیسر گارڈین یونکر، برلین

(۲): یہودی عالم پروفیسر ڈاکٹر ہمولگا (یونیورسٹی آف ویلز St. David)

(۳): ڈاکٹر تھامس شمیل (سربراہ مذہبی وسماجی افہام و تفہیم کی ترویج کی تنظیم، برلین)

(۴): محترم ایمینول لوتھر رتنک صاحب (معروف ادیب، صحافی، سویڈن)

(۵): محترمہ رولین طواہرہ شمس الدین صاحبہ (وزیر فزیکل پلاننگ، سرینام)

پروگرام کے اختتام پر حضرت امیر نے تمام مقرر شرکاء کو قرآن پاک کا ایک ایک نسخہ اور ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی کتاب Islam Peace and Tolerance تحفتاً پیش کی۔

تعمیراتی کمپنی کے آرکیٹکٹ سے ملاقات

18 ستمبر۔ برلین مسجد کی مرمت کے موجودہ مرحلہ کے متعلق ماہر معمار سے حضرت امیر کے ساتھ ایک ملاقات رکھی گئی۔ حضرت امیر کی صدارت میں احمدیہ انجمن جرمنی کے سرکردہ اراکین نے کمپنی کے ماہر تعمیرات اور اس کے سربراہ سے اب تک ہونے والے کام کے آخری مراحل کے بابت رپورٹ سنی اور آئندہ کے مرمت کے لئے تیار کردہ نقشہ جات اور اخراجات کے تخمینہ پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔

انشاء اللہ مارچ 2018ء تک موجودہ مرحلے کا تعمیراتی کام مکمل ہو جائے گا اور برلن مسجد کی عمارت ہر طرح کے توڑ پھوڑ سے محفوظ ہو کر اپنی اصل شکل میں واپس آ جائے گی۔ جیسا کہ 1924ء میں بنائی گئی تھی۔ البتہ مشن ہاؤس اور مسجد کے رنگ و روغن، کھڑکیوں وغیرہ کی مرمت کا کام آئندہ مراحل میں کیا جائے گا۔

بین المذاہب مباحثہ کے لئے انٹرویو

22 ستمبر۔ بین المذاہب افہام و تفہیم کے مباحث اور اس کی ترویج کے سلسلہ میں محترم عامر عزیز صاحب امام برلین مسجد کا 2 گھنٹہ کا انٹرویو ریکارڈ ہوا، معروف صحافی فرینک ڈومینیک صاحب جو اس سلسلہ میں ایک دستاویزی فلم تیار کر رہے ہیں انہوں نے ہمارے جلسہ کی کارروائی بھی ریکارڈ کی۔ اس ڈاکومینٹری میں مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے اپنے مذہب کے بارے بنیادی عقائد اور دوسرے مذاہب سے بہتر تعلقات پیدا کرنے کے طریق پر رائے کا اظہار کریں گے۔ یہ دستاویزی فلم یورپ کے تمام اہم شہروں میں دکھانے کا پروگرام ہے۔

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

مخلصوں کی ہے کمی اور قدر دان ملتے نہیں

مردِ خدا مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں

از: ملک بشیر اللہ خان راسخ

مقبول ہو گیا تھا جو امام علیہ السلام کی نگاہوں میں — نور دینؒ کی گود میں صدق و صفا کی بانہوں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

بے وفا کبھی نہ تھا اور بے وفا نہیں ہوں میں — راسخ تو یاد کرتا ہے پنج وقت دعاؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

کدورتوں کے شہر میں دشمنوں کی بھیڑ میں — لوزہ نہ دیکھا ہاتھ میں لغزشیں نہ پاؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

ولایتیں نبوتیں تشخیص ایسی کر گیا — دشمنوں کا زور تھا منزلوں کی راہوں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

عاجزی و انکساری سلسلہ کی ریت تھی — بے وفائی دیکھ لی دنیا کے خداؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

مخلصوں کی ہے کمی اور قدردان ملتے نہیں — جس کو دیکھو کھو گیا اپنی ہی اناؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

آتش صحرائی میں مسموم گرم ہواؤں میں — ٹھہرا کبھی نہ دھوپ میں، بیٹھا کبھی نہ چھاؤں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

نازک جن کے پاؤں ہیں راستہ وہ چھوڑ دیں — تیز دھار خار ہیں سلسلہ کی راہوں میں

محمد علیؒ کے قدر دان نہ شہر میں نہ گاؤں میں

☆☆☆☆